محمد اکرم وِرک ☆

کتابتِ حدیث کے جواز و عدمِ جواز پر مشتمل روایات کا تنقیدی جائزہ

قرآن اور حدیث اسلام کے دو بنیادی مآخذ ہیں۔ حدیث وسنّت کا مطالعہ، بالواسطہ طور پر، قرآن ہی کا مطالعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کے الفاظ کی حفاظت فرمائی ہے اسی طرح اس کے معنیٰ ومفہوم (یعنی حدیث وسنّت) کی حفاظت کا بھی سامان فرمایا ہے۔ امام ابنِ حزمؒ (م:۴۵۶ھ) کے بقول ارشادِ باری تعالیٰ ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر۱۵:۹) میں الذِّکر سے مراد صرف قرآن ہی نہیں بلکہ حدیث وسنّت بھی ہے(۱)۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص تکوینی نظام کے تحت حدیث وسنّت کی حفاظت کے لیے محدّثین کی ایک ایسی جماعت پیدا فرمائی جنہوں نے فنِ حدیث کی خدمت میں اپنی زندگیاں وقف کردیں اور حدیث وسنّت کو ہر طرح کی آمیزش سے پاک رکھنے کے لیے اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی تاریخِ عالم میں ہمیں کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔

ظہورِ اسلام سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے عربوں کو بے مثال قوتِ حافظہ سے سرفراز فرما رکھا تھا، عرب عام طور پر چیزوں کو لکھنا عیب خیال کرتے تھے، اس لیے وہ چیزوں کو زبانی یاد کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ طویل ترین قصائد، ہزاروں اشعار، قبائل اور خاندانوں کے علاوہ جانوروں تک کے نسب ناموں کو یاد رکھنا عربوں کا مشغلہ تھا۔ اس پس منظر میں جب عرب قوم نے اسلام قبول کیا تو اپنے بے مثل حافظے کے علی الرغم ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بے پناہ عقیدت اور محبت تھی یہ اسی کا شاخسانہ تھا کہ انہوں نے نہ صرف آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو زبانی یاد کیا،

☆ ڈائریکٹر الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ

بلکہ اپنے عمل کے ذریعے اگلی نسل تک منتقل کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں میں پڑھنے لکھنے کا شعور بیدار کیا اور صحابہ کرامؓ کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ وہ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ اس کی قولی اور عملی تفسیر، جو حدیث وسنّت کی شکل میں تھی، کو بھی محفوظ کرتے چلے جائیں، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے حدیث کی خدمت کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا، انہوں نے حرمین شریفین، کوفہ، بصرہ اور دمشق کے علاوہ کئی دیگر بلادِ اسلامیہ میں علمِ حدیث کے مستقل مراکز اور مدارس قائم کیے، قاضی اطہر مبارکپوری کی کتاب ''خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم تربیت'' میں اس کی بعض تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں (۲)۔

گویا حدیث وسنّت کی حفاظت پر تمام صحابہ کا ایک طرح سے اجماع ہو چکا تھا، یہی وجہ ہے کہ عہدِ صحابہؓ میں ہی زبانی مشق کے ساتھ ساتھ ہزاروں احادیث قلمبند کرلی گئیں، تاہم بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ حدیث سے بڑی سختی سے منع فرمایا تھا، اگرچہ دیگر احادیث سے کتابتِ حدیث کی اجازت بھی ثابت ہے، لیکن ان بظاہر متناقض اور متضاد روایات کو بنیاد بنا کر مستشرقین (Orientalists) اور منکرینِ حدیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر حدیث کی حفاظت مطلوب ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ حدیث سے منع کردیا تھا، اس لیے صحابہ کرام ؓ نے نہ تو حدیث کو لکھا اور نہ ہی اس کی حفاظت کا کوئی خاطر خواہ انتظام کیا، اگرچہ بعد کے دور یعنی دوسری اور تیسری صدی ہجری میں محدّثین نے جمع وتدوینِ حدیث کی پر خلوص کوششیں کیں، لیکن ابتدائی دور کے تساہل کی وجہ سے احادیث کی بہت بڑی تعداد ضائع ہوگئی۔ مستشرقین اور منکرینِ حدیث کا دعویٰ ہے کہ حدیث کا موجودہ ذخیرہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کی پیداوار ہے اور یہی وہ دور ہے جس میں کثرت سے احادیث وضع کی گئیں۔

مستشرق الفرڈ گیوم (Alfred Guillaume) لکھتا ہے کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی کتابت سے منع کردیا تھا، اس لیے دورِ اوّل کے علماء نے علمِ حدیث کی حفاظت میں سستی اور لاپرواہی سے کام لیا، جس کے نتیجہ میں احادیث یا تو ضائع ہوگئیں یا پھر ان میں اس طرح کا اشتباہ پیدا ہوگیا ہے کہ پورے یقین کے ساتھ کہنا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، ممکن نہیں ہے۔ مستشرق موصوف اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"Readers of the Quran will perceive that the laws which govern Muslim custom (Sunna) in these everyday affairs are adumbrated there, but they will look in vain for the datails which make these customs into formal rites and rules of behaviour. To find the underlying authority for these rules, we must go to the books of tradition (Hadith). In theory the life of the individual Muslim is governed by what the prophet said and did; in fact by what he is reported to have said and done; and the two are not always the same. Exactly when records of the deeds and words of the prophet were first written down we do not know; indeed early tradition is at variance with itself on this very point. Some say that the prophet authorized the writing of his sayings; others assert that he forbade it. At any rate it is certain that several small collections of traditions were assembled in Umayyad times.(3)

''جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے نتیجہ میں مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کا براہِ راست تعلق، جو قرآن اور سنّت کی شکل میں تھا، اختتام پذیر ہوا اور مسلمانوں کو ملتِ اسلامیہ کی بقا و حفاظت کی فکر دامن گیر ہوئی، دوسری طرف انہیں زندگی کے مختلف معاملات سے سابقہ پڑا تو انہوں نے قرآنی آیات اور سورتوں کی تفسیر کے لیے سنّت کے قلعہ میں پناہ لی۔ سنّت کی بازیابی اور دریافت کے لیے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات پر بحث کرنے لگے، لیکن امر واقع یہ ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اقوال تک پہنچنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے لیے یہ بات بڑی مشکل تھی کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اقوال اور اُن اقوال کے مابین جن کو اُن کی طرف منسوب کر دیا گیا تھا، تمیز کر سکتے۔ اس حقیقت کی طرف وہ روایات اشارہ کرتی ہیں جن میں سنّت کی کتابت اور کتابت کی ممانعت کا حکم ہے۔ انہی روایات کی وجہ سے محدّثین شکوک

وشبہات کا شکار ہوئے (کہ حدیث کو لکھا جائے کہ نہ لکھا جائے)، جس کے نتیجہ میں کثیر احادیث ضائع ہوگئیں۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حدیث کے بعض مجموعے اموی دور کے بعد جا کر مدوّن ہوئے۔''

مشہور مستشرق میکڈونلڈ *(Macdonold)* الفرڈ گیوم کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''سب سے بڑا سبب جس کے نتیجے میں تدوینِ سنّت کا کام دوسری صدی ہجری کے نصف تک تاخیر کا شکار ہوا، وہ بعض محدّثین کا صرف زبانی حفظ پر اعتماد کرنا اور سنّت کی کتابت کو ترک کرنا ہے اور پھر اُن لوگوں کا، جو سنّت کی کتابت کے قائل تھے، یہ کہتے ہوئے شدت کے ساتھ مقابلہ کرنا کہ یہ لوگ بدعتی ہیں، یہی چیز بالآخر سنّت کے ضائع ہونے کا سبب بنی''(۴)۔

مشہور مصری عالم اور منکرِ حدیث ابوریہ حدیث کی کتابت اور اس کے وحی ہونے پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهـذا من أعجب العجب لأنه إذا كان النبي صلى الله عليه وسلم أوتي مثل الكتاب أي مثل القرآن ليكون تماماً على القرآن لبيان دينه وشريعته فلم يعين صلوات الله عليه بتدوينه وكتابته قبل أن ينتقل إلى الرفيق الأعلى كما عني بتدوين القرآن؟ ولِم ينه عن كتابته بقوله: "لا تكتبوا عني غير القرآن" وهل يصح أن يدع الرسول نصف ما أوحي إليه يعدو بين الأذهان بغير قيد، يمسكه هذا وينساه ذاك؟ وهل يكون الرسول بعمله هذا، قد بلغ الرسالة على وجهها وأدى الأمانة إلى أهلها؟(۵)۔

''یہ ایک عجیب ترین بات ہے، کیونکہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے مثل کوئی چیز دی گئی تھی جو دین اور شریعت کے بیان میں قرآن کی تکمیل کر رہی تھی تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تدوین کا اہتمام کیا تو اسی طرح اپنی وفات سے پہلے اس (حدیث) کی تدوین کا حکم کیوں نہ دیا؟ اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے یہ کہتے ہوئے:''لا تکتبوا عنی غیر القرآن'' حدیث کی کتابت سے کیوں منع فرمایا؟ کیا یہ بات مانی جاسکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وحی کے نصف حصے کو اس حال میں چھوڑ گئے ہوں کہ وہ کسی حفاظت کے بغیر محض ذہنوں میں گردش کررہی ہو، کسی کو یاد ہو اور کوئی اس کو بھول جائے؟ اور کیا ایسا کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغِ رسالت اور امانتِ وحی کو اس کے اہل تک پہنچانے کی ذمہ داری پر کوئی حرف نہیں آتا؟''

حافظ محمد اسلم جیراج پوری (م:۱۹۵۵ء) لکھتا ہے:

''انبیاء کرام اور خاص کر سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا لکھنا عقل وعلم کی رو سے نہایت پسندیدہ اور مفید کام ہوسکتا تھا، مگر یہ نفسیاتی مسئلہ ہے کہ ایسی عظیم الشان ہستیوں کے اقوال جمع و مدون کرنے کے بعد قومیں ان ہی کو اصلِ دین قرار دے لیتی ہیں اور کتابِ الٰہی کو پسِ پشت ڈال دیتی ہیں۔ یہی راز تھا جس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ روایت سے منع فرمایا تھا۔''(۶)

غلام احمد پرویز (م:۱۹۸۵ء) لکھتا ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں قرآن کریم کے متعلق اس قدر حزم واحتیاط سے کام لیا، احادیث کے متعلق کوئی انتظام نہیں فرمایا، برعکس اس کے خود کتبِ احادیث میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لا تکتبوا عنی غیر القرآن، ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه** ''مجھ سے قرآن کے علاوہ اور کوئی چیز نہ لکھو، جس نے قرآن کے علاوہ اور کوئی چیز لکھی ہو اسے مٹادے''(۷)۔

منکرینِ حدیث اور مستشرقین کے مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ زیرِ تبصرہ موضوع کے دو پہلو خاص طور پر تنقیح طلب ہیں۔

نمبر۱۔اگر حدیث کی حفاظت بھی مطلوب تھی تو پھر روایات میں اس نوعیت کا تضاد کیوں ہے؟ کہ کہیں تو حدیث لکھنے کی سخت ممانعت آئی ہے اور کہیں لکھنے کا حکم ہے۔

نمبر۲۔روایات میں اس تعارض کی وجہ سے صحابہ کرام کا رجحان چونکہ حدیث کی عدمِ کتابت کی طرف تھا، اس لیے قرنِ اوّل میں احادیث کو تحریری صورت میں محفوظ نہ کیا جاسکا، جس کے نتیجہ

میں اکثر احادیث ضائع ہو گئیں۔

ذیل کی سطور میں ہم اختصار کے ساتھ ان دونوں اعتراضات کا جائزہ لیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض صحیح روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ حدیث سے بڑی سختی سے منع کیا تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں کتابتِ حدیث کی اجازت دی گئی ہے، اس لیے دونوں طرح کی روایات کے موقع ومحل اور پسِ منظر کو سمجھے بغیر حقیقتِ حال کا ایضاح ممکن نہیں۔

شارحینِ حدیث نے کتابتِ حدیث کے جواز اور ممانعت پر مشتمل دونوں طرح کی احادیث کا جائزہ لے کر اپنے نتائج فکر سے امت کی راہنمائی کی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت والی احادیث کا ایک خاص پسِ منظر ہے، جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، یہ عمومی حکم نہیں تھا، اگرچہ ہر دور کے علماء نے اس موضوع پر دادِ تحقیق دی ہے، لیکن علامہ خطیب بغدادی (م:۴۶۳ھ) نے اپنی قابلِ قدر تصنیف ''تقييد العلم'' میں اس موضوع پر جو بحث کی ہے اس کی کوئی دوسری مثال ملنا مشکل ہے۔ جو احباب اس موضوع کے تفصیلی مطالعہ کے خواہاں ہوں ان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ خود راقم الحروف نے اس بحث کی تفہیم میں اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے (۸)۔

کتابتِ حدیث کی ممانعت والی روایات کا تنقیدی جائزہ

کتابتِ حدیث کی ممانعت سے متعلق مشہور روایات چار صحابہ کرامؓ حضرت ابوسعید الخدریؓ (م:۷۴ھ)، ابوہریرہؓ (م:۵۸ھ)، زید بن ثابتؓ (م:۴۴ھ) اور عبداللہ بن عمرؓ (م:۷۳ھ) سے مروی ہیں، ان صحابہ کرامؓ کی جو روایات بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں، ذیل کی سطور میں ہم ان تمام روایات کا تنقیدی جائزہ پیش کریں گے۔

۱۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ کی روایات کا جائزہ

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے اس حوالے سے مختلف الفاظ کے ساتھ دو روایات مروی ہیں۔

۱۔ پہلی روایت میں آپؓ بیان کرتے ہیں:

أن رسول اللہ صلى الله عليه وسلم قال: ''لاتكتبوا عنى، ومن كتب

عنی غیر القرآن فلیمحه، وحدّثوا عنی ولا حرج، ومن کذب علیّ متعمداً فلیتبوّأ مقعده من النار (۹)۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے مت لکھو اور جس نے قرآن کے سوا اور چیز لکھی ہو وہ مٹا دے، میری حدیثیں لوگوں تک پہنچا دو، جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔''

یہی روایت حضرت ابوسعید الخدریؓ سے ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاتکتبوا عنی شیئاً سوی القرآن، فمن کتب عنی شیئاً سوی القرآن فلیمحه (۱۰)۔

سُنَنِ دارمی میں یہ الفاظ ہیں ''شیئاً غیر القرآن فلیمحه'' (۱۱)۔

مذکورہ بالا روایت محدّثین کے اصولوں کے مطابق بالکل صحیح ہے اور یہی وہ روایت ہے جو حدیث وسنّت کی عدمِ کتابت کے باب میں منکرینِ حدیث کی سب سے بڑی اور مضبوط دلیل ہے، اس لیے ذیل کی سطور میں ہم اس روایت کا مختلف پہلوؤں سے تجزیہ کریں گے۔

امام بخاری (م:۲۵۶ھ) اور کئی دیگر محدّثین اس روایت کو حضرت ابوسعید الخدریؓ کا قول قرار دیتے ہیں۔ ابن حجرؒ (م:۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

منهم من اعلّ حدیث أبی سعیدؓ وقال الصواب وقفه علی أبی سعیدؓ قاله البخاری وغیره (۱۲)۔

''کچھ لوگوں نے حدیثِ ابی سعید کو معلول قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ یہ ابو سعیدؓ پر موقوف ہے۔ یہ قول امام بخاریؒ اور بعض دوسرے لوگوں کا ہے''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے، لیکن اگر بالفرض یہ بات نہ ہو تب بھی حدیث کے الفاظ اور دیگر شواہد پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا مطلقاً کتابت سے ہی منع کرنا نہیں تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کے ساتھ کسی چیز کو ملا کر نہ لکھا جائے تاکہ اشتباہ پیدا نہ ہو۔ ہمارے مؤقف کی تائید ابوسعید خدریؓ کے اس تفصیلی بیان سے ہوتی ہے جو مسندِ احمدؒ اور مجمع الزوائد میں منقول ہے۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں:

كنا قعوداً نكتب ما نسمع من النبي صلى الله عليه وسلم، فخرج علينا فقال: ما هذا تكتبون؟ فقلنا: ما نسمع منك، فقال: أكتاب مع كتاب الله؟ اكتبوا كتاب الله، امحضوا كتاب الله، أو أخلصوه، فقال: "فجمعنا ما كتبنا في صعيدٍ واحدٍ ثم أحرقناه بالنار (۱۳)۔

''جو کچھ بھی (قرآن وحدیث) ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ایک دفعہ ہم اسے بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا لکھ رہے ہو؟ عرض کیا: وہی جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی جا رہی ہے؟ اللہ کی کتاب کو علیحدہ کرو اور اسے خالص رکھو۔ پس ہم نے جو کچھ لکھا اسے ایک جگہ اکٹھا کیا اور جلا دیا''۔

اس روایت سے زیر تبصرہ حدیث کا پسِ منظر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ لوگوں کو حدیث کی کتابت ہی سے منع کر دیا جائے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ چاہتے تھے کہ قرآن وحدیث کو ایک ہی جگہ ملا کر لکھنے سے اجتناب کیا جائے تاکہ قرآن وحدیث کے باہم خلط ملط ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے جو دوسری روایت مروی ہے وہ یہ ہے کہ:

استأذنّا النبيّ صلى الله عليه وسلم في الكتابة فلم يأذن لنا (۱۴)۔

''ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔''

ایک دوسرے مقام پر حضرت ابوسعید خدریؓ سے اسی حدیث کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

أنهم استأذنوا النبي صلى الله عليه وسلم في أن يكتبوا عنه فلم يأذن لهم (۱۵)۔

''انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت نہ دی''

مشہور محدث امام ابوسلیمان احمد بن محمد الخطابی (م: ۳۸۸ھ) مذکورۃ الصدر روایات پر تبصر

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أنما نهى أن يكتب الحديث مع القرآن في صحيفةٍ واحدةٍ، لئلا يختلط به، ويشتبه على القارئ، فاما أن يكون نفس الكتاب محظوراً، وتقييد العلم بالخط منهياً عنه فلا(١٦)۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن وحدیث کو ایک ہی صحیفے میں لکھنے سے منع فرمایا تا کہ ان میں آمیزش ہو کر وہ قاری کے لیے التباس کا باعث نہ بن جائیں، البتہ نفس کتابت اور علم کو محفوظ کر لینا ہرگز ممنوع نہیں۔''

اس موضوع کی جملہ روایات کا تفصیلی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم یکا یک نہیں دیا گیا، بلکہ اس حال سے واقف ہونے کے بعد کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہر بات لکھی جارہی ہے اور اس سے قرآن وحدیث میں التباس کا واضح خطرہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری خیال کیا کہ عام طور پر حدیثوں کے لکھنے سے روک دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی یہی حکمت نظر آتی ہے کہ اگر عہدِ نبوت ہی میں قرآن وحدیث کے مشترکہ مجموعے تیار ہو جاتے تو پھر بعد والے لوگوں کے لیے قرآن وحدیث کے متون کے علاوہ ان کے احکام میں فرق کرنا ممکن نہ رہتا۔ اس مؤقف کی تائید حضرت ابو بردہ بن ابوموسیٰ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے:

كتبت عن أبي كتاباً فقال: لو لا أن فيه كتاب الله لأحرقته(١٧)۔

''ابو بردہؒ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے ایک کتاب نقل کی تو انہوں نے فرمایا اگر اس میں اللہ کی کتاب نہ ہوتی تو میں اسے جلا دیتا۔''

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ بعض لوگ کلامِ الٰہی اور احادیث کو ایک ہی کاغذ پر لکھ لیتے تھے اور اس طرح خلط ملط کر دیتے تھے کہ قرآن وحدیث میں امتیاز باقی نہیں رہتا تھا۔ پھر جب قرآن وحدیث کا فرق صحابہ کرامؓ پر واضح ہو گیا اور وہ مسودے ضائع کر دیئے گئے جن میں قرآن وحدیث کو اکٹھا لکھا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ صحابہ قرآن وحدیث کو ایک ہی مسودے میں ملا کر لکھنے سے یکسر احتراز کرنے لگے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی، اس کے بعد صحابہ کرامؓ احادیث کو قلمبند کرنے لگے۔ علامہ خطیب بغدادی اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إن كراهة الكتابة فى الصدر الأول إنما هى لأن لا يضاهى بكتاب الله غيره أو يشتغل عن القرآن بسواه، ونهى عن الكتب القديمة أن تتخذ لأنه لايعرف حقها من باطلها، وصحيحها من فاسدها مع أن القرآن كفى منها وصار مهيمناً عليها، ونهى عن كتب العلم فى صدر الإسلام وجدته لقلة الفقهاء فى ذالك الوقت والمميزين بين الوحى وغيره لأن أكثر الأعراب لم يكونوا فقهوا فى الدين ولا جالسوا العلماء العارفين، فلم يؤمن أن يلحقوا ما يجدون من الصحف بالقرآن ويعتقدوا أن ما اشتملت عليه كلام الرحمٰن (۱۸)۔

''قرنِ اوّل میں کتابت کو ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کہیں کتاب اللہ سے مشابہت نہ ہو یا قرآن کے سوا کسی اور شے میں انہماک نہ پیدا ہو، پرانی کتابوں پر اعتماد کرنے سے اس لیے منع کیا کہ ان کے حق کو باطل سے اور صحیح کو غیر صحیح سے تمیز نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے ساتھ یہ وجہ بھی کہ قرآن ان کے سلسلے میں کافی اور ان کے لیے مُھَیمِنٌ ہے۔ ابتدائے اسلام میں علمِ حدیث کو تحریری شکل میں لکھنے سے اس لیے منع کیا گیا کیونکہ اس وقت اس بارے میں گہری بصیرت کی کمی تھی اور وحی و غیر وحی میں امتیاز کرنے میں شبہ ہوسکتا تھا، اکثر دیہاتیوں کو دینی بصیرت حاصل تھی نہ وہ عارف علماء کے پاس بیٹھے تھے۔ اُن کے بارے اندیشہ تھا کہ وہ اپنے صحیفوں کو قرآن سے ملحق کر دیتے اور یہ سمجھنے لگ جاتے کہ جو کچھ اِن میں ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔''

بہر حال حدیث کی کتابت سے منع کرنے کا حکم نہ تو عمومی تھا اور نہ ہی دائمی، کیونکہ ان احادیث کی موجودگی کے باوجود بعد میں امت کا کتابتِ حدیث پر متفق ہو جانا، پھر خود ممانعت والی ان روایات کا تحریری صورت میں ہم تک پہنچ جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ اس نوعیت کی جملہ روایات کا تعلق بالکل ابتدائی دور سے ہے اور یہ تمام منسوخ ہیں۔ بعد میں نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی، بلکہ کئی صحائف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ضبطِ تحریر میں بھی لائے گئے۔

۲۔ حدیثِ حضرت ابو ہریرہؓ پر تبصرہ

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتكتبوا عنى إلا القرآن، فمن كتب عنى غير القرآن فليمحه، وحدّثوا عن بنى إسرائيل ولاحرج، رواه البزار وفيه عبد الرحمٰن بن زيد بن أسلم وهو ضعيف(۱۹)۔

''مجھ سے قرآن کے علاوہ مت لکھو، جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کوئی چیز لکھی ہو وہ مٹا دے، بنی اسرائیل سے بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس حدیث کو بزّار نے روایت کیا ہے اور اس روایت کے سلسلۂ سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جو ضعیف ہے۔''

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک اور روایت درج ذیل سند کے ساتھ مروی ہے:

عبد الرحمٰن بن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن عطاء بن يسار، عن أبى هريرة قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نكتب الأحاديث، فقال: ما هذا الذى تكتبون؟ قلنا: أحاديث نسمعها منك، قال: كتاب غير كتاب الله، أتدرون ما ضل الأمم قبلكم إلا بما اكتبوا من الكتب مع كتاب الله(۲۰)۔

''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم احادیث لکھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تم کیا لکھ رہے ہو؟ ہم نے عرض کی: وہ احادیث جو ہم نے آپ سے سنی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب ہے؟ کیا تم جانتے ہو کہ پہلی قومیں اسی وجہ سے گمراہ ہوئیں کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کے ساتھ ملا کر کتب لکھیں''۔

دوسری جگہ اسی روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

فجمعناها في صعيدٍ واحدٍ فالقيناها في النار (۲۱)۔

''پس ہم نے جو کچھ لکھا اسے ایک جگہ اکٹھا کیا اور جلا دیا''۔

اِن روایات پر کسی تفصیلی تبصرے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ان تمام روایات کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے، جوضعیف ہے اور اس کے مجروح ہونے کی تصریح خود محدثین نے کی ہے(۲۲)۔

۳۔ زید بن ثابتؓ کی روایت پر تبصرہ

حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے:

حدثنا نصر بن علی، نا أبو أحمد، نا کثیر بن زید عن المطلب بن عبد اللّٰہ بن حنطب، قال: دخل زید بن ثابتؓ علی معاویةؓ، فسأله عن حدیث، فأمر انساناً یکتبه، فقال له زیدؓ: إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أمرنا أن لا نکتب شیئاً من حدیثه، فمحاه(۲۳)۔

''زید بن ثابتؓ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گئے، انہوں نے کسی حدیث کے بارے سوال کیا اور کسی آدمی کو حکم دیا کہ وہ لکھے۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں احادیث لکھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ اس نے مٹا دیا''۔

یہ روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس روایت کی سند میں کثیر بن زید مجروح راوی ہے(۲۴) اس کے علاوہ مطلب بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ (م:۸۵۲ھ) اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

کثیر التدلیس والإرسال من الرابعة(۲۵)۔

''کثرت سے تدلیس کرنے والا، ارسال والا اور طبقات کے چوتھے درجے سے ہے''۔

اس روایت میں دو راویوں پر کلام کیا گیا ہے، لہٰذا اس روایت پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ محدثین کی جرح کے بعد یہ حدیث قابلِ استدلال نہیں ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کا جائزہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنّا اُمّةٌ اُمِّیّةٌ لا نحسب ولا نکتب، والشّهر هٰكذا وهٰكذا وهٰكذا، وعقد الابهام فی الثّالثة(۲۶)۔

''ہم اُمّی (اَن پڑھ) قوم ہیں، ہم نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔ مہینہ (انگلیوں کے اشارے سے) اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہے، تیسری دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے کو بند کرلیا (۲۹ دن کی طرف اشارہ کیا)۔

ابن عمرؓ کی روایت کا کتابتِ حدیث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اگر اس روایت کو عدمِ کتابت کے لیے دلیل بنایا جائے تو اس کا اطلاق قرآنِ مجید پر بھی ہوگا، دراصل یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا ہے کہ ہمارے ہاں لکھنے کا رواج کم ہے اور ہم مہینے کی گنتی اس طرح انگلیوں پر کرلیتے ہیں، اس میں کیا شک ہے کہ اہلِ عرب اپنے مثالی حافظے کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کو معیوب خیال کرتے تھے۔ عربی کی ضرب المثل ہے: **العلم فی الصدور، لا فی السطور** ''علم تو سینوں میں ہے، تحریر میں نہیں''، چونکہ اس روایت کا کتابت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اس لیے اس حدیث کو کسی بھی محدث نے کتابتِ حدیث کے باب میں ذکر نہیں کیا۔

کتابتِ حدیث کی اجازت والی احادیث

اب ہم چند ایسی روایات پیش کریں گے جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو احادیث لکھنے کی اجازت دی تھی اور صحابہ کرامؓ نے اس اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احادیث کی بڑی تعداد کو قلمبند کرلیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن العاص (م: ۶۵ھ) وہ صحابی ہیں جن کو تحصیلِ علم کا انتہائی شوق تھا، انہوں نے کتابتِ احادیث کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کا خود ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! إنی أرید أن أروی من حدیثک، فأردت أن أستعین بکتاب یدی مع قلبی. إن رأیت ذالک، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن کان حدیثی ثم استعن بیدک مع قلبک (۲۷)۔

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں روایت کروں، میرا ارادہ ہے کہ میں دل کے ساتھ ہاتھ سے لکھنے کی مدد بھی

لوں، اگر آپ پسند فرمائیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری حدیث ہو تو اپنے دل کے ساتھ اپنے ہاتھ سے بھی مدد لو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد جب انہوں نے انہماک سے حدیثیں لکھنا شروع کیں تو بعض لوگوں نے انہیں کتابتِ حدیث سے منع کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجازت کو بحال رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی اپنی زبانی یہ پورا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

كنتُ أكتبُ كل شيئي أسمعُه من الرّسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أريد حفظه، فنهتني قريش، وقالوا: أتكتب كل شيئي تسمعه، ورسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بشر، يتكلّم في الغضب والرضا، فامسكتُ عن الكتاب، فذكرتُ ذالك إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: "اُكتُبْ والّذى نفسي بيده مايخرج منه إلا حق" (۲۸)۔

"عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو الفاظ سنتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا، اس ارادہ سے کہ اسے یاد کرلوں گا، لیکن قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنتے ہو وہ لکھ لیتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو بشر ہیں، وہ غصہ اور خوشی میں بھی کچھ فرما دیتے ہیں (ان کی اس بات سے متاثر ہو کر) میں نے لکھنا ترک کر دیا۔ پھر میں نے اس کا ذکر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے جو بھی سنو ضرور لکھا کرو، اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میری زبان سے حق کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔"

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا:

أكتبُ كل ما أسمعُ منك؟ قال صلى اللّٰه عليه وسلم: "نعم"، قلتُ: في الغضب والرضاء؟ قال صلى اللّٰه عليه وسلم: "نعم، إنّي لا أقولُ في الغضبِ والرضاءِ إلا الحق" (۲۹)۔

''میں جو کچھ بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنوں لکھ لیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی ہوں یا غصے میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیونکہ میں ہر حال میں حق بات کہتا ہوں۔''

عطاء عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : أقیّد العلم؟ قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم : "قیدوا العلم"، قال عطاء: قلت: وما تقیید العلم؟ قالؓ: الکتاب(۳۰)۔

''کیا میں علم کو قید کرلوں؟ (یعنی حدیث لکھ لیا کروں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کو مقید کرلو۔ عطاءؒ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عمروؓ سے عرض کیا: قید کرنے سے آپؓ کی مراد کیا ہے؟ فرمایا: ''لکھنا''۔

حضرت ابو ہریرہؓ عبداللہ بن عمروؓ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

ما من أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أحد أکثر حدیثا عنہ منی إلا ما کان من عبد اللّٰہ بن عمروؓ، فإنہ کان یکتب ولا أکتب(۳۱)۔

''صحابہؓ میں مجھ سے زیادہ کثیر الروایات اور کوئی نہ تھا، البتہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کا معاملہ جداگانہ نوعیت کا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا''۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا ہی بیان ہے:

فإنہ کان یکتب بیدہ ویعیہ بقلبہ، وکنت أعیہ بقلبی ولا أکتب بیدی، واستأذن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الکتابة عنہ فأذن لہ(۳۲)۔

''اس لیے کہ وہ ہاتھ سے لکھتے اور دل میں محفوظ رکھتے تھے، مگر میں دل میں یاد تو رکھتا تھا مگر ہاتھ سے نہیں لکھتا تھا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت طلب کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمائی۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

كان رجل من الأنصار يجلس إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فيسمع من النبى صلى الله عليه وسلم الحديث فيعجبه ولايحفظه، فشكى ذالك إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! إنى لأسمع منك الحديث فيعجبنى ولا أحفظه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: استعن بيمينك، وأومأ بيده الخط(۳۳)۔

''انصار میں ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتا، حدیثیں سنتا اور وہ اس کو اچھی لگتیں، مگر یاد نہ رکھ سکتا، اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حافظے کی کمی کی شکایت کی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنتا ہوں اور مجھے اچھی لگتی ہیں، لیکن ان کو یاد نہیں رکھ سکتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے خط کی طرف اشارہ کیا۔''

حضرت انسؓ (م:۹۲ھ) کا بیان ہے:

شكا رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم سوء الحفظ فقال: "استعن بيمينك"(۳۴)۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ اسے حدیثیں یاد نہیں رہتیں، ارشاد ہوا: اپنے ہاتھ سے مدد لو یعنی لکھ لیا کرو''۔

بعض روایات سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجو[دگی] میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد حلقہ بنا کر لکھا کرتے تھے۔ ابوقبیلؒ، عبداللہ بن عمروؓ سے روا[یت] بیان کرتے ہیں:

بينما نحن حول رسول الله صلى الله عليه وسلم نكتب إذ سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم أىّ المدينتين تفتح اوّلا قسطنطنية أو روميّة؟ فقال النبىّ صلى الله عليه وسلم: لا، بل مدينة هرقل أوّلا(۳۵)۔

''(اسی دوران جبکہ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد لکھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ دونوں شہروں میں سے کون سا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا

رومیہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ ہرقل کا شہر پہلے فتح ہوگا‘‘۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص ابوشاہؓ نے عرض کیا:

اکتبوا لی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اکتبوا لأبی شاہ"(۳۶)۔

’’اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے یہ باتیں لکھ دیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ابوشاہ کے لیے یہ باتیں لکھ دو‘‘۔

غور کیا جائے تو یمنی صحابی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کتابتِ حدیث کی اجازت ہی تھا، عبد اللہ بن عمرو کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتابتِ حدیث کی اجازت دینا اور ان کا اپنے مرتب کردہ مجموعۂ حدیث کو محفوظ رکھنا، اس مؤقف کی تائید کرتا ہے، کیونکہ اگر ممانعت کا حکم متأخر ہوتا تو عبد اللہ بن عمروؓ اس صحیفہ سے احادیث کو مٹا دیتے، نیز مرضِ وصال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلم دوات طلب کرتے ہوئے فرمانا:

اِئتونی بکتاب، أکتب لکم کتاباً، لن تضلّوا بعده أبداً(۳۷)۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا عمل ہے جس سے کتابتِ حدیث کی اجازت خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حکم سے ثابت ہورہی ہے۔ الغرض ممانعت ابتدائی دور میں تھی، اگرچہ حدیث کی کتابت کے جواز اور عدمِ جواز کے موضوع پر صحابہ کرامؓ کے درمیان تھوڑا بہت اختلاف پھر بھی رہا، تاہم صحابہ کی اکثریت لکھنے کو ہی جائز سمجھتی تھی اور بعد میں پوری امت کا اسی مؤقف پر اجماع منعقد ہوگیا۔ امام نوویؒ (م:۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

کان بین السلف من الصحابة والتابعین اختلاف کثیر فی کتابة العلم، فکرهها کثیرون منهم، وأجازها أکثرهم، ثم أجمع المسلمون علی جوازها وزال ذالک الخلاف(۳۸)۔

’’سلف میں سے صحابہؓ اور تابعینؒ میں حدیث کی کتابت کے بارے میں بہت اختلاف رہا ہے، بہت سے لوگوں نے کتابتِ حدیث کو ناپسند کیا، لیکن زیادہ تر اہلِ علم اس کے جواز کے قائل تھے، پھر تمام مسلمانوں کا کتابتِ حدیث کے جواز پر

اجماع ہو گیا اور اس طرح یہ اختلاف جاتا رہا۔“

اس لیے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو کتابتِ حدیث سے روک دیا تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث کو محفوظ رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے، حالانکہ وہ بھی تو احادیث ہی ہیں جن میں عدمِ کتابت کا حکم ہے، پھر وہ کیسے محفوظ رہ گئیں؟ لہٰذا منکرینِ حدیث اور مستشرقین کے اس مؤقف میں کوئی جان نہیں کہ عہدِ صحابہ میں احادیث کے اس باہمی تضاد کی وجہ سے احادیث کو تحریری شکل میں محفوظ نہیں کیا گیا تھا، جس کی وجہ سے اکثر احادیث ضائع ہو گئیں۔

اس وقت ہمارے پیشِ نظر ان تمام احادیث کا استقصاء نہیں ہے، جن میں کتابتِ حدیث کی اجازت منقول ہے، بلکہ سردست ہمارے پیشِ نظر ان چند روایات سے صرف یہ واضح کرنا ہے کہ کتابتِ حدیث کی اجازت والی روایات نہ صرف تعداد میں زیادہ ہیں بلکہ زیادہ قوی بھی ہیں۔ تعاملِ امت سے ان روایات کے راجح ہونے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ امام دارمیؒ (م: ۲۵۵ھ) نے اس موضوع کی احادیث کے علاوہ ان تمام اسلاف کے اقوال کو بھی اپنی کتاب میں جمع کیا ہے جو کتابتِ حدیث کے جواز کے قائل تھے (۳۹)۔

علامہ خطیب بغدادیؒ نے بھی ان تمام سلف صالحین کے اقوال نقل کیے ہیں جو کتابتِ حدیث کے قائل تھے (۴۰)۔

محدّثین کا مؤقف

زیرِ تبصرہ روایات کے ظاہری تعارض پر محدّثین کی توضیحات بیان کرنے سے پہلے ہم علم حدیث کے ایک معروف اصول کی طرف اشارہ کرنا چاہیں گے۔ محدّثین کے ہاں اصول یہ ہے کہ اگر متعارض روایات صحت کے ایک ہی درجہ میں ہوں تو وہ ان میں جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں اگر یہ ممکن نہ ہو تو ناسخ و منسوخ کے اصول کو استعمال کرتے ہیں، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو راجح ا مرجوح کا اعتبار کرتے ہیں، ورنہ پھر توقف کرتے ہیں (۴۱)۔ زیرِ بحث موضوع کی متناقض روایات میں سے بعض کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے محدّثین عظامؒ نے دفعِ تعارض کے اصول روشنی میں ان کی مختلف توجیہات کی ہیں اور ان روایات کے درمیان ایسی تطبیق دی ہے جس۔

بعد کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہتا۔ محدّث ابن قتیبہؒ (م:۲۷۶ھ) کتابتِ حدیث کی ممانعت اور اجازت پر مشتمل روایات کے درمیان پائے جانے والے تضاد کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ونحن نقول إن في هٰذا معنيين: (أحدهما)أن يكون من منسوخ السنة بالسنة، كأنه نهى في أول الأمر عن أن يكتب قوله، ثم رأى بعد لما علم إن السنن تكثر وتفوت الحفظ أن تكتب وتقيد (والمعنى الآخر) أن يكون خصّ بهٰذا عبد الله بن عمروؓ لأنه كان قارئاً للكتب المتقدمة ويكتب بالسريانية والعربية، وكان غيره من الصحابة أميّين، لا يكتب منهم إلا الواحد والإثنان وإذا كتب لم يتقن ولم يصب التهجي فلما خشي عليهم الغلط فيما يكتبون نهاهم، ولما أمن على عبد الله بن عمروؓ ذلک أذن له(۴۲)۔

''اور ہم کہتے ہیں کہ یہاں دو باتوں کا احتمال ہے: ایک یہ کہ ایک حدیث نے دوسری کو منسوخ کر دیا ہو، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں یہ حکم دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو نہ لکھا جائے، لیکن جب بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان سب کو یاد رکھنا مشکل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لکھنے کی اجازت دے دی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ لکھنے کی اجازت عبداللہ بن عمروؓ کے ساتھ خاص ہو، کیونکہ وہ سابقہ کتب کا علم رکھتے تھے، عربی اور سریانی میں لکھنا جانتے تھے جبکہ دوسرے صحابہؓ زیادہ تر اُمّی تھے، ان میں سے ایک دو کے سوا کوئی لکھنا نہیں جانتا تھا، اگر کوئی لکھتا تو وہ کتابت کا ماہر نہ تھا اور حروف کا درست استعمال نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی تحریر میں غلطی کا خدشہ محسوس کیا تو انہیں لکھنے سے منع کر دیا، جبکہ عبداللہ بن عمروؓ کے بارے میں ایسا کوئی خدشہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔''

گویا اصولِ نسخ کی روشنی میں ان متعارض روایات کی ایک توجیہ تو یہ ہے کہ ممانعت کا حکم ابتدائی دور کا ہے، بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے کی اجازت دے دی، لہٰذا

ممانعت والی روایات منسوخ ہیں جبکہ اجازت والی روایات ناسخ ہیں۔ اس مؤقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کتابت کی اجازت والی روایات کے بڑے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں، جو ہجرت کے ساتویں سال مسلمان ہوئے، گویا امت کے مجموعی رجحان کے علاوہ ان روایات کے منسوخ ہونے کا یہ ایک اہم قرینہ ہے کہ یہ روایات حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں جو آخری دور میں مسلمان ہوئے، لامحالہ اجازت کی روایات بھی آخری دور سے تعلق رکھتی ہیں۔

اسی طرح ان روایات کی ایک توجیہ جمع وتطبیق کے اصول کی روشنی میں بھی کی جاسکتی ہے، وہ اس طرح کہ اجازت کو ان لوگوں کے ساتھ خاص سمجھا جائے جو قرآن وحدیث کے فرق کو بخوبی سمجھتے تھے، جبکہ ممانعت کا حکم ان لوگوں کے لیے تھا جو رسم الخط اور قرآن وحدیث کے باہمی فرق سے پوری طرح آشنا نہیں تھے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہؓ ابتدائی دور میں علمِ رسم الخط سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے تھے، ان کی تحریر کردہ باتوں میں غلطی اور شبہے کا احتمال غالب تھا، ایسی خلط ملط تحریروں سے استفادہ بھی نہیں ہوسکتا تھا، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ حدیث کی ممانعت فرمادی، البتہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ، جو سریانی وعبرانی رسم الخط میں مکمل مہارت رکھتے تھے، کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کی اجازت دے دی تھی، لہٰذا ممانعت کی بناء یہ نہیں تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بجز قرآن کے کسی دوسری چیز کو باقی رکھنا ناپسند فرماتے تھے، بلکہ رسم الخط کے جاننے اور نہ جاننے پر اجازت وممانعت کا دارومدار تھا۔ امام ابن حجرؒ ان احادیث میں تطبیق کے مختلف امکانی پہلوؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

والجمع بينهما: أن النهي خاص بوقت نزول القرآن، خشية التباسه بغيره، والإذن في غير ذلک، أو أن النهي خاص بكتابةِ غير القرآن مع القرآن في شيئ واحد، والإذن في تفريق هما، أو النهي متقدم والإذن ناسخ له عند الأمن من الالتباس وهو اقربها مع أنه لا ينافيها، وقيل: النهي خاص بمن خشي منه الاتكال على الكتابة دون الحفظ، والإذن لمن أمن منه ذلک(۴۳)۔

"ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ نہی نزولِ قرآن کے وقت غیر قرآن کے ساتھ التباس کے خدشہ کی وجہ سے کی گئی ہے، التباس کا خطرہ نہ رہا تو اجازت دے

دی یا ایک صفحہ پر قرآن مجید کے ساتھ کسی چیز کے لکھنے سے نہی خاص ہے اور الگ اجازت تھی یا نہی مقدم ہے اور اذن ناسخ ہے یا نہی اس کے لیے ہے جو صرف کتابتِ حدیث پر تکیہ کرے اور حفظ کو چھوڑ دے، دوسرے کو اجازت ہے۔''

ڈاکٹر خالد علوی زیرِ تبصرہ موضوع کی احادیث کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے منشا ہرگز یہ نہ تھا کہ ان حدیثوں کو محفوظ نہ کیا جائے یا انہیں قابلِ استناد ہی نہ سمجھا جائے، بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امر میں سخت محتاط تھے کہ کہیں کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح یکجا نہ کر دیا جائے کہ آئندہ نسلیں ان دونوں میں تمیز ہی نہ کر سکیں اور غلو کر کے دونوں کو ہم مرتبہ سمجھنے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں الفاظ کے لحاظ سے بھی اور مرتبہ کے اعتبار سے بھی ایک فرق قائم رکھنا ضروری خیال فرماتے تھے، چنانچہ یہ فرق آج بھی قرآن کے بہت بلند مرتبہ اور حدیث کے دوسرے مآخذِ قانون ہونے پر بیّن شہادت ہے، جو لوگ عدمِ کتابت کی روایت کو حدیث کی عدمِ صحت وحجیت پر دلیل بناتے ہیں وہ عقل ومنطق اور آثارِ صحابہؓ کی رو سے ناقابلِ اعتبار ہیں۔ پھر استدلال کا یہ طریقہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ کتابت سے منع فرمایا تھا، اس لیے حفاظتِ حدیث کا کوئی انتظام نہ ہو سکا اور بعد کے لوگوں نے اپنے اندازے سے سلسلہ ہائے سند مرتب کیے ہیں، بڑا سطحی اور نہایت بے وزن معلوم ہوتا ہے، کیونکہ حفاظت کا ذریعہ صرف تحریر ہی نہیں حافظہ بھی تھا، پھر اس ایک حدیث کی بناء پر جس کی مناسب توجیہ بھی کی جا سکتی ہے، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات ومساعی کو نظر انداز نہیں کر سکتے جو فنِ کتابت اور کتابتِ حدیث کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیئے'' (۴۴)۔

مذکورہ بالا پوری بحث اور دلائل کا حاصل یہ ہے کہ وہ روایات جن میں کتابت سے منع کیا گیا ہے، اگرچہ اصولِ روایت اور سند کے لحاظ سے ان میں سے بعض صحیح ہیں، تاہم موضوع کے تفصیلی مطالعہ سے جو حقائق نکھر کر سامنے آتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کتابتِ حدیث کی ممانعت والی روایات منسوخ ہیں، کیونکہ ان روایات کا سیاق وسباق،

تاریخی پس منظر اور دیگر شواہد اس مؤقف کی تائید کرتے ہیں، پھر صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد کا کتابتِ حدیث کی طرف عملی رجحان ان احادیث کے مفہوم کو متعین کرنے میں ہمارے لیے حجت ہے۔

۲۔ جمع و تطبیق کے اصول کی روشنی میں بھی ان روایات کا مفہوم متعین کیا سکتا ہے، یعنی نہی نزولِ قرآن کے وقت التباس کی وجہ سے کی گئی ہے، لیکن جب التباس کا خطرہ نہ رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے کی اجازت دے دی۔

۳۔ ان روایات کی ایک توجیہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی صفحہ پر قرآن مجید کے ساتھ احادیث لکھنے سے منع فرمایا تھا، جیسا کہ کئی روایات سے یہ اشارہ ملتا ہے، جبکہ احادیث کو الگ صفحات پر لکھنے کی اجازت تھی۔

۴۔ یا ممانعت کا حکم ان لوگوں کے لیے تھا جو حدیث کے حفظ کرنے میں اور باہم مذاکرہ کرنے میں کاہلی کا شکار ہو رہے تھے اور صرف کتابتِ حدیث پر تکیہ کیے ہوئے تھے، شاید اسی پسِ منظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی جو حدیث کو یاد کرتے ہیں اور اس کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں، جبکہ جو لوگ حفظ کے خوگر تھے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے احادیث لکھنے کی اجازت تھی۔

جہاں تک منکرینِ حدیث اور مستشرقین کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ احادیث میں اس تعارض اور تناقض کی وجہ سے صحابہ کرامؓ تذبذب شکار رہے کہ احادیث کو لکھا جائے یا نہ لکھا جائے، جس کی وجہ سے قرنِ اوّل میں حدیث کی حفاظت کے لیے کوئی منظم کوشش نہ کی جا سکی، جب دوسری اور تیسری صدی ہجری میں احادیث کی جمع و تدوین کا کام شروع ہوا تو اس وقت تک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا حصہ ضائع ہو چکا تھا، اس اعتراض کا تفصیلی جواب تو اس وقت ہمارے پیشِ نظر نہیں ہے، البتہ ہم اتنا ضرور عرض کریں گے کہ ذخیرۂ حدیث پر نظر رکھنے والے کسی بھی طالب علم کی نظر میں پہلے اعتراض کی طرح یہ اعتراض بھی بالکل سطحی ہے۔ فنِ حدیث پر گہری نظر رکھنے والے اہلِ علم اور تحقیق و جستجو کے خوگر علماء نے عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہؓ میں حدیثِ نبوی کے کئی صحائف کا وجود دلائل سے ثابت کیا ہے۔ جو اہلِ علم اس موضوع کے تفصیلی مطالعہ کے خواہاں ہوں ان سے گزارش ہے کہ وہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (م:۲۰۰۱ء) کی مرتب کردہ کتاب ''الوثائق السیاسیۃ'' ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے ۲۸۱ را یسے خطوط اور وثائق کا ذکر کیا ہے

جن کا تعلق صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے(۴۵)۔اسی طرح ڈاکٹر صاحبؒ موصوف نے ''صحیفہ ھمام بن منبہ'' ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے، جس میں ۱۳۸ر احادیث درج ہیں، اس مخطوطے کی دریافت قرنِ اوّل میں کتابتِ حدیث کی بہت بڑی شہادت ہے۔ ہمام بن منبہ (م:۱۰۱ھ) حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد ہیں۔اس مخطوطے کی دریافت اور اشاعت ڈاکٹر صاحب کا بہت بڑا کارنامہ ہے(۴۶)۔علاوہ ازیں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے شاہانِ عالم کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی خطوط بھی دریافت کیے ہیں، چونکہ ان میں سے کئی خطوط حدیث کی مستند کتابوں میں بھی منقول ہیں، اس لیے نو دریافت شدہ خطوط اور کتبِ حدیث میں مطابقت کا پایا جانا بھی کتبِ حدیث کے مستند ہونے اور قرنِ اوّل ہی میں کتابتِ حدیث کی واضح دلیل ہے(۴۷)۔

اس موضوع پر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ

"Studies in Early Hadith Litreture"

جو ''الدراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینه'' کے عنوان سے دو جلدوں میں عربی زبان میں شائع ہو چکا ہے، خاص طور پر قابلِ مطالعہ ہے۔اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے نہ صرف حدیثِ نبوی کی جمع وتدوین کی تاریخ کا تفصیلی حال بیان کیا ہے، بلکہ باون صحابہ کرامؓ اور دو سو باون تابعین عظامؒ کے صحائف کا ذکر کیا ہے، جس سے قرنِ اوّل میں حدیث کی کتابت اور حفاظت کے لیے کی جانے والی ہمہ گیر کوششوں پر روشنی پڑتی ہے۔(۴۸)

حواشی وتعلیقات

۱۔ ابنِ حزمؒ، ابو محمد علی الاندلسی الظاہری(۳۸۴-۴۵۶ھ)، الأحکام فی أصول الأحکام، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ج۱، ص۱۲۱۔

۲۔ اطہر مبارکپوری، قاضی، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم تربیت، ادارہ اسلامیات لاہور، ۲۰۰۰ء۔

3. Alfred Guillaume, Islam, London, 1963, p:89-90.

4. Dancan B. Macdonald, Muslim Theology, Jurisprudence and constitution Theory, Beirut Khayats, 1965, p:76-77.

۵۔ ابوریۃ مصری، محمود، الاضواء علی السنۃ المحمدیۃ، دارالمعارف مصر، ص ۲۵۱۔

۶۔ جیراج پوری، محمد اسلم، علامہ (م:۱۹۵۵ء)، ہمارے دینی علوم، دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور، ص ۱۷۔

۷۔ پرویز، غلام احمد، علامہ (م:۱۹۸۵ء)، مقام حدیث، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۵۔

۸۔ علامہ خطیب بغدادیؒ (م:۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب "تقیید العلم" کو تین اقسام (ابواب) میں تقسیم کیا ہے:

القسم الاول: اس حصے میں وہ روایات نقل کی گئی ہیں جن سے کتابتِ حدیث کی ممانعت ثابت ہے، پھر اُن صحابہ کرامؓ اور تابعین کا تذکرہ ہے جن سے کتابتِ حدیث کی ممانعت والی روایات مروی ہیں۔

القسم الثانی: اس حصے میں خطیب بغدادی نے ان لوگوں کے نام ذکر کیے ہیں جن سے کتابتِ حدیث کی کراہت منقول ہے اور انہوں نے اس کراہت کی وجوہات بھی بیان کی ہیں۔

القسم الثالث: کتاب کے اس حصے میں علامہ بغدادیؒ نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جن سے کتابت حدیث کا جواز ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ان آثار کا ذکر کیا ہے جن سے کتابت حدیث کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

۹۔ مسلم بن حجاج بن مسلم القشیریؒ، الامام ابوالحسین (۲۰۴-۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۹۹۸ء، کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث، حدیث رقم ۷۵۰۱۔

☆ الخطیب البغدادیؒ، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت (۳۹۲-۴۶۳ھ)، تقیید العلم تحقیق: یوسف العش، داراحیاء السنۃ النبویۃ انقرہ، ۱۹۷۴ء، نھی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عن الکتاب، القسم الاول، الفصل الاول، ص ۳۱۔

۱۰۔ ابن عبدالبرؒ، ابویوسف بن عبداللہ بن محمد (م:۴۶۳ھ)، جامع بیان العلم و فضلہ، باب ذکر کراھیۃ کتابۃ العلم بالصحف، حدیث رقم ۲۶۶، ص ۸۹۔

۱۱۔ الدارمیؒ، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام (م:۲۵۵ھ)، سنن الدارمی، المکتبۃ العلمیۃ لاہور، باب من لم یر کتابۃ الحدیث، ج ۱، ص ۱۱۹۔

۱۲۔ ابن حجر العسقلانیؒ، احمد بن علی (۷۷۳-۸۵۲ھ)، فتح الباری، موسسۃ مناہل العرفان بیروت، کتاب العلم، باب کتابة العلم، ج۱، ص۲۰۸۔

۱۳۔ احمد بن حنبلؒ، ابوعبداللہ الشیبانی (۱۶۴-۲۴۱ھ)، المسند، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۹۹۱ء، مسند ابی سعید الخدریؓ، حدیث رقم ۱۰۷۰۸، ج۳، ص۳۸۶۔

☆ الهیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر (م:۸۰۷ھ)، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۴ء، کتاب العلم، باب کتابة العلم، ج۱، ص۳۸۷۔

۱۴۔ ترمذیؒ، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الامام (۲۰۰-۲۷۹ھ)، جامع الترمذی، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۹۹۹ء، ابواب العلم، باب ماجاء فی کراهیة کتابة العلم، حدیث رقم ۲۶۶۵، ص۶۰۵۔

☆ تقیید العلم، الفصل الاول، نهی الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم عن الکتاب، القسم الاول، ص۳۲، ۳۳۔

۱۵۔ سنن الدارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، ج۱، ص۱۱۹۔

۱۶۔ الخطابیؒ، احمد بن محمد (م:۳۸۸ھ)، المکتبة العلمیة بیروت، ۱۹۸۱ء، معالم السنن، ج۴، ص۱۸۴۔

۱۷۔ مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث رقم ۶۷۴، ج۱، ص۳۷۹۔

۱۸۔ تقیید العلم، ص۵۷۔

۱۹۔ مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث رقم ۶۷۳، ج۱، ص۳۷۹۔

۲۰۔ تقیید العلم، ص۳۴۔

۲۱۔ ایضاً۔

۲۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مثلاً:

ابن معینؒ کہتے ہیں: ''بنو زید بن أسلم لیسوا بشئی''، امام بخاریؒ کہتے ہیں: ''عبد الرحمٰن ضعفه علّی جدا''، امام احمدؒ کہتے ہیں: ''عبد اللّٰہ ثقة والآخران ضعیفان''، امام شافعیؒ کہتے ہیں: سئل رجل عبد الرحمٰن بن زید بن أسلم: حدثک أبوک عن أبیه أن سفینة نوح طاف بالبیت وصلی خلف المقام رکعتین؟ فقال: نعم،

وقال الشافعیؒ: ذکر لمالک حدیث، فقال: من حدثک؟ فذکر له اسناداً منقطعاً فقال: اذهب إلى عبد الرحمٰن بن زید بن أسلم یحدثک عن أبیه عن نوح علیه السلام"

الذہبی، ابوعبداللہ، محمد بن احمد بن عثمان (م:۷۴۸ھ)، میزان الاعتدال، دار المعرفۃ بیروت، ج۲،ص۵۶۴-۵۶۶۔

۲۳۔ ابوداوٗد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق الازدی السجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ)، سنن ابی داوٗد، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۹۹۹ء، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، حدیث رقم ۳۶۴۷، ص۵۲۴۔

☆ تقیید العلم،ص۳۵۔

۲۴۔ ابن حجر العسقلانیؒ، احمد بن علی (۷۷۳-۸۵۲ھ)، تهذیب التهذیب، دار صادر بیروت، ۱۳۲۶ھ، تذکرہ کثیر بن زید، ج۸،ص۴۱۳۔

۲۵۔ ایضاً، تذکرہ المطلب بن عبداللہ، ج۱۰،ص۱۷۸-۱۷۹۔

۲۶۔ النسائی، احمد بن شعیب بن علی بن سنان، ابوعبدالرحمٰن (۲۱۵-۳۰۳ھ)، سنن النسائی، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۹۹۹ء، کتاب الصیام، باب قبول شهادة الرجل الواحد على هلال شهر رمضان، حدیث رقم ۲۱۴۲،ص۳۰۰۔

۲۷۔ سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، ج۱،ص۱۲۵، ۱۲۶۔

۲۸۔ ابوداوٗد، کتاب العلم، باب فی کتابة العلم، حدیث رقم ۳۶۴۶،ص۵۲۳-۵۲۴۔

۲۹۔ تقیید العلم،ص۷۷۔

☆ جامع بیان العلم، باب ذکر الرخص فی کتاب العلم، حدیث رقم ۳۰۳،ص۹۹-۱۰۰۔

۳۰۔ جامع بیان العلم، باب ذکر الرخص فی کتاب العلم، حدیث رقم ۳۲۳،ص۱۰۴۔

☆ تقیید العلم، باب قیدوا العلم بالکتابة،ص۶۸۔

☆ الحاکم، ابوعبداللہ، النیشاپوری (م:۴۰۵ھ)، المستدرک علی الصحیحین، دار الفکر بیروت، ۲۰۰۲ء، کتاب العلم، باب قیدوا العلم......، ج۱،ص۱۰۶۔

۳۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل (۱۹۲-۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۹۹۸ء،

کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث رقم ۱۱۳، ص ۳۰۔

☆ سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، ج ۱، ص ۱۲۵۔

۳۲۔ مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب ما جاء فی رخصة فیه، حدیث رقم ۶۷۶، ج ۱، ص ۳۷۹۔

۳۳۔ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی رخصة فیه، حدیث رقم ۲۶۶۶، ص ۶۰۵۔

۳۴۔ تقیید العلم، باب سوء الحفظ أن یستعین بالخط، ص ۶۵۔

۳۵۔ سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، ج ۱، ص ۱۲۶۔

۳۶۔ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الرخصة فیه، حدیث رقم ۲۶۶۷، ص ۶۰۵۔

۳۷۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب هل یستشفع إلی أهل الذمة ومعاملتهم ؟، حدیث رقم ۳۰۵۳، ص ۶۱۹۔

۳۸۔ النووی، محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف، الامام (۶۳۱-۶۷۶ھ)، المنهاج (شرح صحیح مسلم)، مؤسسۃ مناہل العرفان بیروت، ج ۱۸، ص ۱۲۹-۱۳۰۔

۳۹۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

سنن الدارمی، کتاب العلم، باب من رخص فی کتابة العلم، ج ۱، ص ۱۲۵-۱۳۰۔

۴۰۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

تقیید العلم، ص ۸۷-۱۰۷۔

۴۱۔ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی (۷۷۳-۸۵۲ھ)، شرح نخبۃ الفکر، مؤسسۃ مناہل العرفان بیروت، ۱۹۹۰ء، ص ۵۹-۶۰۔

۴۲۔ ابن قتیبۃ، ابومحمد بن عبداللہ مسلم (م: ۲۷۶ھ)، تاویل مختلف الحدیث، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ، ص ۱۹۳۔

۴۳۔ فتح الباری، کتاب العلم، باب کتابة العلم، ج ۱، ص ۲۰۸۔

۴۴۔ خالد علوی، ڈاکٹر، حفاظت حدیث، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۱۰۴، ۱۰۵۔

۴۵۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر (م: ۲۰۰۱ء)، مجموعة الوثائق السیاسیة فی العهد النبوی والخلافة الراشدة، قاہرۃ، ۱۹۴۱ء۔

۴۶۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، بیکن بکس لاہور، ۲۰۰۵ء۔
۴۷۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء۔
۴۸۔ محمد مصطفیٰ الاعظمی، ڈاکٹر، دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۹۹۵ء، ج ۱، ص ۹۲-۳۲۵۔

اَلْحَیَآءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ
(ترمذی، ج ۳، ص ۴۰۶، رقم ۲۰۱۶)
حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے اور ایمان جنت میں داخلے کا سبب ہے
منجانب
(مولانا) محمد اکرم
استاد جامعہ خیر العلوم، خیر پور ٹامیوالی
☆☆☆☆☆☆☆
لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا
(ترمذی، ج ۴، ص ۳۲۱، رقم ۱۹۱۹)
جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں
منجانب
(مولانا) محمد یار
استاد جامعہ خیر العلوم، خیر پور ٹامیوالی